هو المعز

لهم ما يشاؤن عند ربهم

سلسلہ دار التصنیف صوفیہ ۲۱۵

سوانح مولانا معزؒ

یعنی

حالات حضرت مولانا خواجہ معز الدین ترک چشتی کوہیری قدس سرہٗ

تالیف

حضرت مولانا الحاج قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری مدظلہٗ

اشاعت

صدر مجلس صفۂ صوفیہ واقع تصوف منزل قریب ہائیکورٹ حیدرآباد اے پی

کتاب کا نام : سوانح مولانا معز

فن : تذکرہ و سوانح

مولف : مولانا الحاج قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری مدظلہ

کتابت : محمد اقبال

طباعت : عماد پریس چھتہ بازار حیدرآباد

اشاعت : صدر مجلس صفہ صوفیہ تصوف منزل قریب ہائیکورٹ حیدرآباد

صفحات : اڑتالیس

ایڈیشن : دوم

تعداد : دو ہزار

ہدیہ : پانچ روپے (Rs.5/-)

کتاب ملنے کے پتے

١ : تصوف منزل (21-1-247) قریب ہائیکورٹ حیدرآباد ٢ آندھرا پردیش۔

٢ : بتوسط جناب ماجد صاحب۔ مسجد اندرون احاطہ درگاہ شریف مولانا معز کوہیر

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
فہرست مضامین	۳
پیش لفظ اشاعت دوم	۴
حمد باری تعالیٰ	۸
نعت شریف	۹
منقبت فارسی و اردو	۱۰،۱۱
وطن مالوف	۱۶
دہلی میں ورود	۱۶
بیعت و خلافت	۱۶
حضرت محبوب الٰہی	۱۷
مولانا معز کا شجرۂ خلافت	۱۹
مولانا معز کی دیوگیر کو روانگی	۲۰
کوہیر کے نواح میں تشریف آوری	۲۰
سلطان حسن اور راجہ پرتاپ کی معرکہ آرائی	۲۱
سلطان حسن مولانا معز کی خدمت میں	۲۱
مولانا معز کی بیدر میں تشریف آوری	۲۱
دعا سے سلطان حسن کو کامیابی	۲۲
حضرت سید تاج الدین نجفی شہید	۲۲
حضرت شیخ شہاب الدین عرف شیخن شہید	۲۴
مولانا معز کا کوہیر میں قیام و وصال	۲۵
مولانا معز کی تعلیمات و کرامات	۲۶، ۲۷
مولانا معز کی تاریخ وصال	۳۰
درگاہ مولانا معز پہ بندہ نواز کی حاضری	۳۴
کوہیر کی وجہ تسمیہ و تاریخ	۳۴
عرس مولانا معز	۳۶
صندل مبارک سرکاری و ہیرامن	۳۷
جلسۂ فیضان اولیاء و مولود خوانی	۳۹
آستانہ مولانا معز کی عمارتیں	۳۹
انتظامات درگاہ شریف	۴۱
عرس کا شرعی ثبوت قرآن، حدیث و فقہ سے	۴۲
قبروں پر پھول اور صندل	۴۶
نقارہ نوازی کا شرعی جواز	۴۷
عرس کے منہیات و ممنوعات	۴۷
ماخذِ کتاب	۴۸
تمت بالخیر	

مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

پیش لفظ اشاعت دوم

دینی بے راہ روی اور بد اعتقادی کے اِس پُر آشوب و پُر فتن دور میں سائنسی ترقی تو بام عروج پر پہنچ چکی ہے لیکن مادہ پرستی نے انسان کے اخلاقی معیار اور روحانی اقدار کو انحطاط و پستی سے دوچار کر دیا ہے۔ علماء حق کے رو برو زانوئے ادب تہ کر کے علم صحیح حاصل کرنے اور صالحین کرام کی صحبت سے عملِ صالح کا درس لینے سے گریز کیا جا رہا ہے اور صرف لٹریچر کا مطالعہ کر کے کتابی علم کو ہی کافی رہبر تصور کیا جا رہا ہے۔ خصوصاً نوجوانوں میں اس رجحان کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ کہیں علماء ربانیین کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو کہیں ائمہ مجتہدین کی شان میں نت نئی گستاخیاں کی جا رہی ہیں اور صوفیہ و اصفیاء اور اولیاء اللہ کی تضحیک و توہین حتیٰ کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں تک اپنے "شیطانی کلمات" اور "ابلیسی مکتوبات" کے ذریعہ بے ادبی کرنے میں کوئی کمی نہیں کی جا رہی ہے۔ حد یہ ہو گئی کہ انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاءِ برحق کے کرامات جیسی روشن حقیقتوں سے تک علانیہ انکار کیا جانے لگا ہے بزرگانِ دین کی درگاہوں اور محبوبانِ خدا کی بارگاہوں سے دور کرنے کی باقاعدہ مہم چلائی جا رہی ہے۔ دین و مذہب اور کلمہ و نماز کے نام پر بد اعتقادی پھیلانے والے مہلک جراثیم اب گاؤں گاؤں قریہ قریہ پہنچ رہے

ہیں جس سے سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ لیکن ہندوستان میں حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے راوی کے کنارے اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے اجمیر میں انا ساگر کے کنارے نورِ اسلام کا جو حقانی چراغ روشن فرمایا تھا وہ چند نفاق پرست دشمنانِ دین و رسول کی مذموم کوششوں سے کبھی نہیں بجھ سکتا جن کا خود قرآن شریف کے سورۂ صف کی آیت ۸ میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے ـــــ

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ خدا کا چراغ اپنی پھونک مار کر بجھا دیں لیکن ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ٭ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

بزرگانِ دین دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا وسیلۂ عظیم ہیں جن کی خانقاہیں تطہیرِ قلوب کے مراکز اور تزکیۂ نفوس کے درکشاپ ہوتے ہیں۔ یہیں سے اخلاقِ حسنہ کی ترغیب اور نیک عمل و صحیح عقیدہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور ان ہی نفوسِ قدسیہ کے ذکرِ جمیل سے ہمارے ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔

قطبِ کوہیر حضرت مولانا خواجہ معزالدین ترک چشتی کوہیری قدس سرہٗ بھی اللہ کی ایسی ہی محبوب اور برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں جنھوں نے کوہیر کو نہ صرف اپنی حیاتِ مبارکہ میں علم و عرفان کی روشنی سے منور فرمایا بلکہ وصال فرمانے کے بعد کوہیر ہی کو اپنی ابدی آرام گاہ بنا کر سرزمینِ کوہیر کو مزید مقدس و متبرک بنا دیا۔ سچ ہے کہ محبوبانِ خدا کا روحانی تصرف اور

اللہ والوں کی نصرت وحمایت جب کسی کام میں شاملِ حال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ساری مشکلات کو آسان فرما دیتا ہے ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

آج سے نصف صدی قبل حضرت والدی ومرشدی سیدالقوفیہ مفتی ومحدث دکن سیدشاہ احمد علی صوفی حسنی حسینی قادری مجمع السلاسل علیہ تنا بیب الرحمۃ نے دکن میں آسودہ اولیاء اللہ کے حالات کو گھر گھر تک پہنچانے کا سب سے پہلے بیڑہ اٹھایا تھا اور اپنے ہی زیر ادارت جاری ہونے والے دینی ماہنامہ "صوفی اعظم" کے علاوہ علیحدہ علیحدہ رسالوں کی شکل میں حضرت باباشرف الدین حضرت حسین شاہ ولی، حضرت یوسف صاحب شریف صاحب اور حضرت بندہ نواز رحمہم اللہ وغیرہ بزرگان دین کی سوانح کو سب سے پہلی بار معتبر حوالوں سے جمع کر کے شائع فرمایا اس کے بعد آج سے ٹھیک اٹھائیس (۲۸) سال قبل یعنی ۱۳۸۴ھ ہجری میں "سوانح مولانا معز" کے نام سے کوہیر کے برگزیدہ ولی اللہ کا تذکرۂ جمیل سب سے پہلے مرتب وشائع کرنے کی سعادت اس نقیر حقیر کے نصیب میں آئی تھی جو عوام میں اتنی مقبول و پسندیدہ ثابت ہوئی کہ سب نسخے ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ اس عنوان سے بعد میں دیگر گوشوں سے شائع اکثر کتابچوں اور اخباری مضامین میں ہمارے پہلے ایڈیشن کا مواد ہی لفظ بلفظ نقل کیا گیا ہے۔ خوش قسمتی سے مولانا معز کے عرس شریف کے موقع پر گذشتہ چار سال سے مسلسل اس درویش بے نوا کو حاضری کی سعادت، ہر سال کوہیر میں منعقدہ

عظیم الشان جلسۂ فیضانِ اولیاء میں نگرانی و مخاطبت کے بہانے نصیب ہو رہی ہے۔ اس دوران شائقین کا عموماً اور کوہیر، ظہیر آباد، ماچرڈ پلی وغیرہ میں موجود حقیر کے مریدین کا خصوصاً اس پر بے حد اصرار تھا کہ ہماری کتاب "سوانح مولانا معز" کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا جائے جس کی بڑی کمی محسوس ہو رہی ہے۔

بحمدہ تعالیٰ مفید اضافوں کے ساتھ یہ دوسرا ایڈیشن زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر اب آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔ جس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ایک طرف تو مولانا معز کے حالات کے تاریخی پہلو روشن ہو جاتے ہیں تو دوسری طرف حدیث، فقہ، عقائد، تصوف اور ادب کے انمول جواہر پارے جابجا ہاتھ آتے ہیں جو علمی ذوق رکھنے والوں کے لئے دلچسپی و پسندیدگی کا باعث ہونگے دعا ہے کہ اس حقیر علمی کاوش کو رب تبارک و تعالیٰ قبول عام عطا فرمائے اور اس عاصی پُر معاصی کیلئے مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ فقط

تصوف منزل قریب ہائیکورٹ
مورخہ ۲۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ
م ۲ ر ڈسمبر ۱۹۹۱ء بروز دوشنبہ

خادم العلم والعلماء
قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری عفی عنہ

حمد باری تعالیٰ

قدرت کا تیری سارے جہاں میں ظہور ہے ؛ ذرّوں میں کائنات کے تیرا ہی نور ہے

ہر حق شناس واہلِ نظر کی نگاہ میں ؛ معمولی سنگریزہ بھی اِک کوہِ طور ہے

موجود ہے تو بندے کی شہ رگ سے بھی قریب ؛ نادان بندہ تجھ سے مگر کتنا دور ہے

تیری ہی یاد سے مری جاں کو قرار ہے ؛ تیرے ہی ذکر میں مرے دل کا سُرور ہے

کھو جائے تیری ذات میں جو بندہ پھر اُسے ؛ خودی کی تمیز ہے نہ خودی کا شعور ہے

تیرے بغیر کیا کروں جنت کو لے کے میں ؛ مقصود میرا باغ و محل ہے نہ حور ہے

وحدت کا رنگ دکھتا ہے کثرت میں بھی اُسے ؛ اک بار پی لی جس نے شرابِ طہور ہے

تجھ سے لگائے بیٹھا ہے امیدِ مغفرت ؛ یہ عاصیِ پُر خطا ہے سراپا قصور ہے

اعظم گناہ گار ہے سب سے بڑا مگر

پروردگار سب سے بڑا تو غفور ہے

(از مولف)



نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عمل کام آیا محشر میں نہ تقویٰ اپنا کام آیا ۔۔۔ اگر کچھ کام آیا تو درود آیا سلام آیا

ملی آنکھوں کو ٹھنڈک اور سکونِ دل تمام آیا ۔۔۔ محمد مصطفیٰ کا جب کبھی ہونٹوں پہ نام آیا

درود ایسا وسیلہ ہے کہ ہر مقصد بر آجائے ۔۔۔ یہ سودا نقد گھر بیٹھے ہمیں کیا سستے دام آیا

تشہد میں ہی کیوں تجھکو نمازی کیف ہے اتنا ۔۔۔ اگرچہ سجدہ بھی آیا رکوع آیا قیام آیا

سلام آقا پہ پڑھنے سے گریزاں کیوں ہیں کچھ اصحاب ۔۔۔ قرآں میں جبکہ حکم "سَلِّمُوْا" بالالتزام آیا

بلند آوازِ "لبیک" روا کعبہ میں ہے لیکن ۔۔۔ یہاں لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ کا اب مقام آیا

اَنَا بَشَرٌ شریعت ہے طریقت اَيُّكُمْ مِثْلِىْ ۔۔۔ سمجھ میں کچھ نہ رازِ عظمتِ خیرالانام آیا

مدینہ جانے والوں کی ثنا نذرت بنتی ہے ۔۔۔ ذرا لینا خبر اس میں کہیں اپنا بھی نام آیا

پکارے اہلِ محشر دیکھتے ہی صوفیِ اعظم کو
شفیع المذنبیں کا غالباً کوئی غلام آیا

(از مولف)



منقبت (فارسی)

(فرمودہ حضرت سید العقونیہ سید شاہ احمد علی صاحب صوفی صفیؔ قادری نوّر اللہ مرقدہٗ والدِ مولف)

خُلقِ خالق خوئے مولانا معز ؛ روئے خالق روئے مولانا معز
بہرِ چشمِ ما شدہ کُحلُ البصر ؛ خاکِ راہِ کوئے مولانا معز
بوئے گُل را زیں سبب دارم عزیز ؛ اندر آن است بوئے مولانا معز
بود آشفتہ دلِ من ہم چو موئے ؛ در ہوائے روئے مولانا معز
فاش می گویم نترسم واعظا ؛ قبلۂ ما روئے مولانا معز
اللہ اللہ دام عاشق گشتہ است ؛ طُرّۂ ہندوئے مولانا معز
مُردہ دل را زندہ می سازد صفیؔ
نکہتِ گیسوئے مولانا معز



منقبت (اردو)

(عرض کردہ قاضی سیدہ شاہ اعظم علی صوفی اعظم حسنی حسینی قادری مولف سوانح ہٰذا)

آیا ہوں مرے خواجہ مولانا معز چشتی ؎ دل کا لئے نذرانہ مولانا معز چشتی
تم پیارے خلیفہ ہو محبوبِ الٰہی کے ؎ ہو مجھ پہ کرم داتا مولانا معز چشتی
آنکھوں میں تری صورت اور دل میں تری الفت ؎ سر میں ہے ترا سودا مولانا معز چشتی
جو نام لیا تیرا، وہ نام لیا حق کا ؎ ہے نام بھی کیا پیارا مولانا معز چشتی
کوہیر کی بستی پر رحمت جو برستی ہے ؎ احسان ہے سب تیرا مولانا معز چشتی
دن رات ترے در پر رہتا ہے فدا ہونے ؎ پروانوں کا اِک میلا مولانا معز چشتی
جو در پہ ترے آیا، ارمانِ دلی پایا ؎ خالی نہ کوئی لوٹا مولانا معز چشتی
میخانے سے بھر بھر کر ہر رند کو دیتے ہو ؎ پیمانہ پہ پیمانہ مولانا معز چشتی
کتنوں کو یہاں ملتی منہ مانگی مرادیں ہیں ؎ کس کس کے ہو تم ملجا مولانا معز چشتی
عرفان کا چشمہ ہو، فیضان کا دریا ہو ؎ دے دو مجھے اک قطرہ مولانا معز چشتی

اعظم بھی کھڑا در پہ طالب ہے نوازش کا
ہو جائے عطا صدقہ مولانا معز چشتی

سوانح

حضرت مولانا خواجہ معزالدین ترک چشتی قدس سرہٗ

نام مبارک و لقب معروف قدیم روایات کے بموجب حضرت کا نام نامی "مولانا ترک" اور بہ روایت دیگر "مولانا معزالدین ترک چشتی" ہے۔ لیکن مولوی غلام سرور صاحب مرحوم نے اپنی فارسی کتاب "خزینۃ الاصفیاء" میں آپ کا اسم گرامی "خواجہ معزالدین" لکھا ہے اور تاریخ خورشید جاہی میں آپ کا نام مبارک "مولانا معزالدین" بتایا گیا ہے۔ مگر آپ "مولانا معز" کے لقب سے زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

ضروری وضاحت:۔ بعض اصحاب کسی مصدقہ تاریخی مواد یا کسی معتبر اور مستند حوالہ کے بغیر آپ کا اسم شریف "سید محمد" بتاتے ہوئے آپ کو آلِ رسول ظاہر کرتے ہیں کافی تلاش کے باوجود اس خصوص میں کوئی مستند و معتبر حوالہ ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ مولانا معز کے ہمراہ دکن تشریف لانے والے بزرگ حضرت سید تاج الدین نجفی قدس سرہٗ کے صاحبزادے کا نام "سید محمد" تھا جو نجف اشرف کے سادات آل رسول سے ضرور تھے اور جن کے بارے میں مزید تفصیل آگے آئیگی۔

علمی نکات:۔ (۱) حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں شہزادوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو جوانانِ جنت کے سید (سردار) فرمایا ہے

اس لئے علماء کرام نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی ایسی اولاد کو نسبی اصطلاح میں "سید" قرار دیا ہے جو خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے ہو یعنی "سید" وہ ہوگا جس کے باپ کا پدری سلسلۂ نسب متواتر طور پر دونوں سبطِ رسول حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک تک جا پہنچتا ہو۔

(۲) سید کی جمع عربی میں سادات ہوتی ہے اور عرف عام میں سادات کا لقب بنی ہاشم کے لئے بھی مستعمل ہے جس سے مراد حضرت علی و جعفر و عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبدالمطلب کی اولاد ہے جنہیں زکوٰۃ کا مال لینا شریعت میں جائز نہیں ہے۔

(۳) غیاث اللغات میں توران کے سادات کا لقب "خواجہ" بتایا گیا ہے۔ نیز فرہنگ آصفیہ میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں خواجہ وہ شخص ہے جس کی ماں سیدانی (یعنی سید کی بیٹی) ہو اور جس کا باپ شیخ (یعنی غیر سید) ہو۔

(۴) چونکہ مولانا معز کا شجرۂ نسب پدری کسی بھی معتبر ذریعہ سے دستیاب نہ ہو سکا۔ نیز آپ کے ساداتِ حسنی یا حسینی ہونے سے متعلق کوئی معتبر روایت بھی نظر نہیں آئی لہذا اس مسئلہ میں نہایت احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے "وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ" یعنی اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے" لکھنا مناسب ہوگا۔

(۵) البتہ عربی میں سید کے لفظی معنی سردار ہیں چنانچہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبشی غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو معنوی لحاظ سے "بِلَالٌ سَیِّدُنَا" یعنی "بلال ہمارے سردار ہیں" کے قابل احترام الفاظ سے یاد فرمایا تھا۔ اسی مفہوم میں مولانا معز کے نیازمندوں کی حیثیت سے ہم

بھی آپ کو اگر اپنے سردار اور اپنے آقائے ولی نعمت کہیں تو ہر طرح بجا و درست ہے۔ چنانچہ آپ کے اسم شریف میں موجود الفاظ مولیٰ، خواجہ اور معز کی آگے تشریح سے بھی اس بات کی مزید تائید ہوتی ہے۔

مَوْلٰی | بفتح میم و فتح لام مولیٰ عربی لفظ ہے بمعنی مالک، سردار، آقا، ولی نعمت، محبت کرنے والا، انعام دینے والا، مدد دینے والا یا آزاد کرنے والا وغیرہ۔ اسی صفتِ مطلق کی بناء پر خدا کو بھی مولیٰ تعالیٰ کہتے ہیں عربی میں مولیٰ کا لفظ اسم فاعل کے علاوہ بطور اسم مفعول بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی مملوک، غلام، انعام دیا ہوا، مدد دیا ہوا آزاد کیا ہوا وغیرہ عربی رسم الخط میں اس لفظ کو یائے مقصورہ سے "مولیٰ" لکھتے ہیں لیکن فارسی وار دو میں اس کو کبھی الف ممدودہ سے یعنی "مولا" بھی لکھا جاتا ہے (منجد، لطائف، منتخب، غیاث، نصیر، فرہنگ آصفیہ)

لہٰذا یہاں "مولانا" کے مرادی معنی "ہمارے سردار، ہمارے آقا، یا ہماری امداد فرمانے والے ہم کو انعام دینے والے" مناسب ہیں (مولف) عام طور پر ایک عالم دین کو بھی مولانا کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے نام گرامی کے ساتھ مولانا کی شہرت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ علم باطن کے ساتھ ساتھ علوم ظاہر میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔

خواجہ | فارسی لفظ ہے بمعنی خداوند، مالک، سردار، آقا۔ توران میں سادات کا لقب بھی خواجہ ہے اور ہندوستان میں وہ شخص بھی خواجہ کہلاتا ہے جس کی ماں سیدانی اور باپ شیخ ہو (فرہنگ آصفیہ) لیکن غیاث اللغات میں خواجہ کو ترکی لفظ بمعنی مالک یافتہ بھی بتایا گیا ہے جو ہندوستان میں اکثر "القاب عزیزاں" یعنی معزز اشخاص کے القاب ہیں۔ طریقت کے دو مشہور سلسلے چشتیہ و نقشبندیہ کے اکثر

شیوخ و پیرانِ کبار کے اسماء گرامی کے شروع میں بھی "خواجہ" کا معزز لقب ہوتا ہے (مولف)

مُعِزُّ | بضم میم و کسر عین و سکون زاء معجمہ عربی لفظ ہے۔ لغوی معنی "عزت دینے والا" ہے۔ اللہ جل شانہ کے اسماء حسنیٰ سے ایک نام پاک بھی معز ہے جو اعزاز سے مشتق ہے بمعنی عزت دینا نیز عزیز ارجمند، مرغوب اور غالب بنانا۔ اس لحاظ سے معز سے مراد ہوگا "جس کو چاہے اسکو عزیز رکھنے والا" یعنی دنیا میں معصیت اور گمراہی کے راستہ سے بچا کر طاعت و ہدایت کی توفیق دینے والا اور آخرت میں جنت کی نعمتوں اور اپنی ذاتِ پاک کے دیدار سے سرفراز کرکے مراتب بلند فرمانے والا۔

فائدہ جلیلہ:۔ شمس المعارف کبریٰ میں ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی ذلیل کیوں نہ ہو اگر اس اسم "معز" کے ذکر پر مداومت و پابندی کرے تو اس کو عزت نصیب ہوگی۔ اگر وہ گم نام ہے تو اس ذکر کی بدولت نام آور ہو جائے گا۔ نیز یہ ذکر پاک، ہمت کو قوی کرنے اور حوصلہ کو بلند کرنے میں بڑا ہی مددگار ہے۔ اگر اس نام پاک کو مربع میں نقش کر کے اپنے قریب رکھے تو لوگوں میں ہیبت والا ہوگا اور ہر ایک ظالم اس کے سامنے کانپنے لگے گا یہ اسم مبارک مومنوں کے بہت بڑے اذکار میں سے ہے۔

نوٹ:۔ استفادہ عام کے لئے نقش مربع یہاں درج کر دیا جاتا ہے

نقش مربع اسم معز

۱۱۷

۲۹	۳۲	۳۵	۲۱
۳۴	۲۲	۲۸	۳۳
۲۳	۳۷	۳۰	۲۷
۳۱	۲۶	۲۴	۳۶

وطن مالوف | آپ کے اسم گرامی میں موجود لفظ "ترک" سے مولانا معز کا ترکی النسل ہونا اور آپ کا وطن ترکستان ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بات بھی زبان زد عام ہے کہ آپ ترکستان کے پادشاہ تھے اور راہ حق کی طلبِ صادق میں آپ نے اپنی سلطنت اور حکومت کو خیر باد کردیا تھا۔ یہاں اس بحث میں گئے بغیر کہ آپ ترکستان کے بادشاہ تھے یا نہیں تاریخی مواد کچھ بھی ہو ہم اتنا ضرور عرض کرینگے کہ حقیقی بادشاہت تو دراصل قلوب پر حکمرانی ہے جو آپ کو اپنے حینِ حیات بھی حاصل تھی اور آج بھی آپ کو ہیر کے روحانی تاجدار بنتے ہوئے ہیں جسکا مشاہدہ باسانی کیا جاسکتا ہے

ع جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتحِ زمانہ

دہلی میں ورود | اسلام کی تبلیغ واشاعت کے جذبہ وجوش کے ساتھ آپ نے اپنے وطن ترکستان سے ہندوستان کی جانب عزم فرمایا اور دہلی میں وارد ہوئے جہاں اس وقت محبوب الٰہی حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے علمی برکات اور روحانی تصرفات کا طوطی بول رہا تھا دیگر تشنگانِ حق کی طرح اسی سرچشمۂ فیضان پر کشاں کشاں آپ بھی آپہنچے اور اپنی پیاس بجھائی۔

بیعت وخلافت | مولانا معز نے حضرت سلطان المشائخ سلطان الاولیاء سلطان السلاطین محبوب الٰہی شیخ محمد نظام الحق والدین بداؤنی بن احمد دانیال ابن علی بخاری قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی اور آپ کے خاص الخاص مریدِ رشید ہوگئے (خورشید جاہی۔ خزینۃ الاصفیاء)

خزینۃ الاصفیاء میں مولوی غلام سرور صاحب نے تو حضرت خواجہ معز الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اسم سامی حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام کی فہرست میں لکھا ہے۔

حضرت محبوب الٰہی مناسب ہوگا کہ حضرت محبوب الٰہی کا مختصر تعارف بھی یہاں پیش کیا جائے تاکہ مولانا معز کے دہلی اور کوہیر میں ورود کے زمانے کا اندازہ کرنے میں بڑی حد تک مدد مل سکے۔ حضرت محبوب الٰہی کا نام مبارک محمد بن احمد دانیال ابن علی بخاری قدس سرہٗ اور آپ کے مبارک القاب سلطان المشائخ، سلطان الاولیاء اور سلطان السلاطین ہیں نیز آپ کا خطاب محبوب الٰہی ہے آپ کے دادا اور نانا خواجہ عرب دونوں شہر بخارا سے شیخ احمد دانیال کے ساتھ پہلے لاہور تشریف لائے جہاں کچھ مدت رہ کر بداؤن تشریف لے گئے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ بداؤن ہی میں ۶۳۴ھ میں شیخ نظام الدین تولد ہوئے۔ اتفاق سے ۶۳۴ھ سرد ہی سال ہے جب کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ نے وصال فرمایا اور یہی زمانہ سلطان شمس الدین التمش المتوفی ۶۳۴ھ کا بھی ہے۔ حضرت محبوب الٰہی کا سنِ مبارک ابھی پانچ سال کا ہی تھا کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ جس کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخا علیہا الرحمہ نے آپ کی پرورش فرمائی۔ دس سال کی عمر میں آپ نے حدیث و تفسیر، صرف و نحو، منطق و فقہ غرض جملہ علوم ظاہری سے فارغ ہو کر دستار فضیلت کو زیب سر فرمایا اور بیس سال کی عمر میں حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کے حقیقی برادر شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے شیخ گنج شکر قدس سرہٗ کی بارگاہ میں بمقام اجودھن حاضر ہوئے۔ محبوب الٰہی کو دیکھتے ہی

حضرت گنج شکر قدس سرہٗ کی زبان پر بے ساختہ یہ شعر آ گیا ؎

اے آتشِ فراقت دل ہا کباب کردہ ٭ سیلابِ اشتیاقت جاں ہا خراب کردہ

یعنی تیری جدائی کی آگ نے کئی دلوں کو جلا کر کباب بنا دیا ہے

تیرے اشتیاق کے طوفان نے کئی جانوں کو برباد کر دیا ہے

یہ کلام محبوب الٰہی کے سینے میں ایک تیر کی مانند ایسا پیوست ہوا کہ آپ اسی وقت بے ساختہ اور والہانہ طور پر مرید ہو گئے۔ پیر و مرشد کی خصوصی توجہ اور نظر فیض اثر نے راہ سلوک میں آپ کو مرتبۂ کمال پر پہنچا دیا اور دولتِ خلافت سے سرفرازی کے بعد شیخ گنج شکر قدس سرہٗ نے آپ کو ۶۵۹ھ میں دہلی کو روانہ فرمایا جہاں آپ نے شریعت و طریقت کے وہ گوہر لٹائے کہ ہزاروں طالبانِ حق جوق در جوق آ کر محبوب الٰہی کے مرید ہوئے اور کئی مرید خرقۂ خلافت سے بھی نوازے گئے۔ بالآخر بتاریخ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ بعمر اکیانوے (۹۱) سال آپ کا طائرِ روح، قفسِ عنصری سے آشیانۂ جنت الفردوس کی طرف پرواز کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ "شہنشاہ دین" ۷۲۵ھ آپ کا مادۂ تاریخ وصال ہے (خزینۃ الاصفیاء) سیر الاولیاء اور تذکرۃ العاشقین میں بھی آپ کی عمر اکیانوے (۹۱) سال بتائی گئی ہے لیکن مخبر الواصلین میں (۹۴) سال عمر لکھی ہے۔ دہلی میں آپ سلطان علاء الدین خلجی اور اس کے بیٹے سلطان قطب الدین خلجی کے زمانے میں تشریف فرما تھے۔

مولانا معز کا شجرۂ خلافت مولانا معز کا شجرۂ خلافت انیس (۱۹) واسطوں کے ذریعہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے جو حسب ذیل ہے

حضرت مولانا خواجہ معز الدین ترک چشتی گوہیری قدس سرہٗ

خلیفۂ حضرت خواجہ سلطان المشائخ شیخ محمد نظام الدین بداونی محبوب الٰہی چشتی قدس سرہٗ المتوفی ۷۲۵ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ شیخ فرید الدین گنج شکر اجودھنی چشتی قدس سرہٗ المتوفی ۶۷۰ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ سید قطب الدین بختیار اوشی کاکی چشتی قدس سرہٗ المتوفی ۶۳۴ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ خواجگان سید معین الدین حسن چشتی سجزی اجمیری قدس سرہٗ المتوفی ۶۳۳ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ ابو النور عثمان ہارونی چشتی قدس سرہٗ المتوفی ۶۱۷ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ میر الدین حاجی شریف زندنی چشتی قدس سرہٗ المتوفی ۶۱۲ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الدین مودود چشتی قدس سرہٗ المتوفی ۵۲۷ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ سید یوسف حسنی حسینی چشتی قدس سرہٗ المتوفی ۴۵۹ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ ابو محمد بن ابو احمد چشتی قدس سرہٗ المتوفی ۴۱۱ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ قدوۃ الدین ابو احمد ابدال چشتی قدس سرہٗ المتوفی ۳۵۵ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ ابو اسحٰق شرف الدین شامی قدس سرہٗ المتوفی ۳۲۹ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ کریم الدین علو دینوری قدس سرہٗ المتوفی ۲۹۸ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ امین الدین ہبیرۃ البصری قدس سرہٗ المتوفی ۲۸۷ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ سید بدر الدین حذیفۃ المرعشی قدس سرہٗ المتوفی ۲۵۲ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ ابو اسحٰق سلطان خواجہ ابراہیم بن ادھم قدس سرہٗ المتوفی ۲۶۷ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ ابو علی ابو الفیض فضیل بن عیاض قدس سرہٗ المتوفی ۱۸۷ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ ابو الفضل عبد الواحد بن زید قدس سرہٗ المتوفی ۱۷۰ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت خواجہ امام ابو محمد ابو سعید حسن بصری قدس سرہٗ المتوفی ۱۱۱ سنہ ہ

خلیفۂ حضرت ابو تراب ابو الحسنین اسد اللہ صفدر حیدر کرار امیر المومنین علی مرتضٰی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ المتوفی ۴۰ سنہ ہ

مولانا معز کی دیوگیر کو روانگی مولانا معز اپنے پیر و مرشد خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے ارشاد ہدایت بنیاد کی تعمیل میں تبلیغ اسلام کی خاطر دیوگیر کے اطراف و نواح کی جانب روانہ ہوئے۔

نوٹ:- دیوگیر دکن میں واقع ایک مقام کا نام ہے جس کو مختلف تاریخی کتب میں دیوگیری، دھراگیر یا دھرا کھیرہ بھی لکھا گیا ہے۔ سلطان محمد تغلق نے ۷۲۷ھ میں کچھ زمانے کیلئے دہلی کے علاوہ اپنا دوسرا مستقر بنانے کیلئے دیوگیر ہی کا انتخاب کیا تھا اور دہلی کے ممتاز خاندانوں کو وہاں منتقل ہونے کا حکم بھی دیا۔ اس نئے مستقر یعنی دیوگیر کا نام پہلے "قبۃ الاسلام" رکھا گیا چنانچہ اس دور کے سکوں پر بھی دارالسفرب کا نام درج ہے۔ لیکن بہت جلد بدل کر اس کا نام "دولت آباد" کر دیا گیا۔ جو آج تک قائم ہے اور اب بھارت کی ریاست مہاراشٹرا کے ضلع اورنگ آباد میں واقع ہے جہاں کا تاریخی قلعہ اب بھی مرکز سیاحت بنا ہوا ہے۔

نوٹ:- یہاں دولت آباد سے وہ دیہات ہرگز مراد نہیں ہیں جو ریاست آندھرا پردیش کے ضلع میدک میں نرساپور اور گجویل کے قریب آجکل اسی نام سے آباد ہیں۔

مولانا معز کی کوہیر کے نواح میں تشریف آوری تاریخی ریکارڈ سے اسکا صحیح علم نہ ہو سکا کہ دولت آباد کے اطراف و اکناف میں آپ کہاں کہاں اور کتنے عرصہ تک اسلام کی اشاعت و خدمت فرماتے رہے۔ لیکن اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ دکن میں سلطان حسن گنگو بہمن کے دور فتوحات میں مولانا معز کی دیگر بزرگوں کے ہمراہ دکن کے مقام انجھا پٹن کے قرب و جوار کے علاقہ میں تشریف آوری ہوئی۔ کوہیر کا تاریخی تعارف آگے کے صفحات پر پیش ہوگا لیکن یہاں راجہ پرتاب کا ذکر ضروری ہے۔

سلطان حسن اور راجہ پرتاب کی معرکہ آرائی اس زمانہ میں انکھارٹین (حالیہ کوہیر) پرتاب خاندان کے ایک راجہ کا عشرت کدہ بنا ہوا تھا۔ چونکہ ورنگل پائے تخت تھا اس لئے انکھارٹین سے ورنگل تک ایک زیر زمین سُرنگ بنائی گئی تھی۔ سلطان حسن گنگو بہمن کی حکمرانی کے حدود میں تیزی سے وسعت ہوتی جارہی تھی۔ راجہ پرتاب کبھی اگرچہ سلطان حسن کا خراج گزار تھا لیکن ان دنوں بغاوت پر اتر آیا جس کی سرزنش ضروری خیال کرتے ہوئے سلطان نے راجہ پرتاب پر فوج کشی کا حکم دیا مگر اس مہم میں سلطان حسن کی فوج ناکام رہی جس سے راجہ کی ہمت اور بڑھ گئی۔

سلطان حسن مولانا معز کی خدمت میں اپنی فوج کی ناکامی پر سلطان حسن نہایت متحیر و پریشان تھا۔ اسی دوران وہاں حضرت مولانا معز اور دیگر باخدا و باتصرف ہستیوں کی موجودگی کے بارے میں سلطان واقف ہوا تو پتہ پاکر بصد عقیدت ان کی خدماتِ بابرکات میں حاضر ہوا اور اپنے لئے دعا و دستگیری کا طالب ہوکر اپنے صوبائی مستقر بیدر میں رونق افروزی کی درخواست بھی پیش کی۔

مولانا معز کی بیدر میں تشریف آوری تاریخ خورشید جاہی کے مطابق حسن گنگو بہمن کا سلطانِ دکن بن جانا بھی حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے نکلی دعا کا عطیہ اور نتیجہ تھا۔ یہ بھی حسن اتفاق دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے سلطان حسن کو اپنے محبوب نظام الدین قدس سرہٗ کی دعا کے طفیل دکن کی سلطانی عطا فرمائی تھی تو اب وہی پیر و مرشد کے خلیفۂ صادق مولانا معز قدس سرہٗ کی دعا کے طفیل دکن کی سلطانی کے دوران حائل مشکلات میں دستگیری و مشکل کشائی نصیب ہوئی۔

مولانا معز وہاں کے واقعات اور ناگفتہ حالات سے آگاہ تو ہو چکے تھے اور دکن

پس آپ کے تشریف لانے کا بنیادی مقصد بھی بھٹکے ہوؤں کو گمراہی سے ہٹا کر نیک اور سیدھے راستہ پر لانا اور حق کی تائید سے باطل کی طاقتوں کی سرکوبی کرنا تھا۔ لہذا سلطان حسن کی گزارش قبول فرمائی گئی اور اللہ والوں کا یہ نورانی قافلہ بیدر پہنچ گیا جس میں حضرت مولانا معز کے ساتھ دیگر دو بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین اور حضرت سید تاج الدین نجفی مع اپنے تین سو بیالیس مریدین بھی شامل و شریک تھے سلطان حسن نے سارے واقعات کی تفصیل مولانا معز کے گوش گزار کر دی۔

مولانا معز کی دعا سے سلطان حسن کو کامیابی اس وقت بیدر کا راستہ شیخاپور کی جانب سے تھا یہ وہی مقام تھا جہاں راجہ پرتاب کا ناکہ قائم تھا اور یہیں فوجوں کا باہم مقابلہ بھی رہا۔ اس معرکہ آرائی میں راجہ پرتاب کی فوج چالیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی اس کے باوجود اس کا مقابلہ ان جانبازوں نے پوری بے جگری اور بے خوفی سے کیا اور اپنی جانوں کی تک پرواہ نہ کی۔ آپ کے ساتھی دونوں بزرگ اور دیگر جان نثار شہید ہوئے۔ اور اہل اللہ کی تائید و حمایت کی شکل میں اللہ کی فتح و نصرت ظاہر ہوئی تو سلطان حسن گنگو کو کامیابی اور کامرانی نصیب ہوئی اور شکست خوردہ راجہ پرتاب سرنگ کے راستے کوہیر سے ورنگل کی جانب فرار ہو گیا۔ کوہیر اور اسکے نواحی علاقوں کی زمین میں موجود مٹی کا سرخ رنگ آج تک ان شہیدانِ باوفا کے خون کی لالی کی یاد دلاتا ہے جنھوں نے شجر اسلام کی آبیاری اپنے خون سے کی تھی۔

مولانا معز کے ہمراہ دیگر دو بزرگانِ دین کے بارے میں جو معلومات حاصل ہو سکیں ان کا یہاں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت سید تاج الدین نجفی شہید مولانا معز کے دہلی میں قیام کے زمانہ میں آپ کا

حضرت سید تاج الدین نخفی نام کے ایک اہل اللہ سے تعارف ہوا تھا جو آپ ہی کے ہم خیال، ہم مزاج اور ہم مذاق واقع ہوئے تھے۔ باہمی خلوص کے تعلقات اس قدر پروان چڑھے کہ جس وقت مولانا معز نے دکن کی جانب روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو آپسی یگانگت کا سچا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت سید تاج الدین نخفی نے بھی آپ کے ہمراہ چلنے کا عزم کر لیا اور دونوں بزرگوار مل کر روانہ ہوئے حضرت سید تاج الدین نخفی بھی اپنے تین سو بیالیس مریدین کے ساتھ مولانا معز کی معیت میں بیدر تشریف لے گئے اور راجہ پرتاب کی کثیر فوج کے مقابل آپ نے سلطان حسن گنگو کی تائید و حمایت میں جنگ میں حصہ لیا اور بالآخر جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت مولانا معز کے مزار مبارک کے شمالی جانب چند قدم پر واقع ایک چبوترہ پر واقع آپ کا مزار پرانوار آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے جس کے آس پاس دیگر شہدائے کرام کے مزارات بھی موجود ہیں اس معرکہ میں حضرت سید تاج الدین نخفی شہید قدس سرہٗ کی شہادت کے بعد مولانا معز نے آپ کے صاحبزادے کو نجف اشرف سے دکن بلالیا جن کا نام حضرت سید محمد تھا اور جن کو سلطان حسن نے بطور قدر افزائی اپنی جانب سے نہ صرف "عین الملک" کا خطاب سرکاری پیش کیا بلکہ آپ کے شہید والد ماجد کی خدمات جہاد کے صلہ میں خون بہا کا حق تین سو بیالیس (۳۴۲) چاور زمین مع سند بھی عین الملک کو عطا ہوئی جس کو گویا آپ کے شہید والد کے ان (۳۴۲) مریدین کی تعداد سے مناسبت تھی جنھوں نے جنگ میں حصہ لیا تھا۔ عین الملک نے عالی ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معطیہ جملہ اراضی سے خود تنہا مستفید ہونے کے بجائے ایک ایک چاور زمین ایک ایک جانباز مرید یا اس کی اولاد میں تقسیم فرمادی اور

خود اپنے لئے صرف ایک چادر زمین رکھ لی۔ مگر مولانا معز نے اس معطیہ زمین سے اپنے لئے کچھ بھی نہیں لیا۔ بعد ازاں عین الملک اپنے بڑے فرزند کو کوہیر ہی میں چھوڑ کر اپنے وطن نجف اشرف واپس تشریف لے گئے۔ بعد میں عین الملک کی اولاد کا سلسلہ کوہیر میں جاری رہنے کی بعض روایات ملتی ہیں لیکن استفسار و تحقیق سے پتہ چلا کہ آجکل آپ کی نسل سے کوہیر میں کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ البتہ حضرت سید تاج الدین نجفی شہید قدس سرہٗ کے مزار مبارک سے متصل وسیع زمین اب بھی آپ کی درگاہ شریف کیلئے وقف ہے جو خادمین و مجاورین کے زیر نگرانی وظیفہ بتائی جاتی ہے۔

نوٹ:۔ چادر قدیم زمانے میں زمین کے رقبہ کو محسوب کرنے کا ایک پیمانہ تھا جو چند ایکر زمین کے برابر ہوتا تھا۔

شیخ شہاب الدین شہید راجہ پرتاب کے مقابل سلطان حسن گنگو کی نصرت و تائید میں مولانا معز کے ساتھ شہید ہونے والے دوسرے بزرگ کا اسم گرامی شیخ شہاب الدین تھا آپ بھی بڑے صاحبِ تصرف و کرامت واقع ہوئے تھے جس کا آپ کی شہادت کے اس واقعہ سے ہی بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ راجہ پرتاب کی فوجوں سے آپ نے نہایت مردانہ وار مقابلہ فرمایا جس کا آغاز کوہیر سے چند کیلو میٹر فاصلہ پر واقع مقام شیخا پور میں ہوا۔ اس دوران آپ نے راجہ کے کئی سپاہیوں کو تہِ تیغ فرمایا اور برابر لڑتے رہے۔ اسی پیش قدمی کے وقت کسی نے اپنی تلوار سے آپ پر حملہ کیا تو آپ کا سر اقدس جسم سے جدا ہو گیا لیکن آپ نے اس وقت اپنی روحانی قوت کا ایسا عظیم مظاہرہ فرمایا کہ آپ سر کے بغیر صرف اپنے

دھڑ سے چلتے ہوئے آگے بڑھتے اور لڑتے چلے گئے اور اپنی تلوار سے اس حالت میں بھی کتنوں کو قتل فرما دیا۔ مقابل کی فوج نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگی۔ بالآخر آپ جب کوہیر پہنچے اور مقابلہ کے لئے کوئی نہ رہا تو آپ کا دھڑ بھی شہید ہو کر نیچے زمین پر آرہا اس طرح آپ کی یہ بھی کرامت عجیب وغریب ہے کہ آپ کے نام سے اس وقت دو مزار موجود ہیں۔ روایت ہے کہ ایک مزار شیخا پور میں ہے جس میں آپ کا صرف سر مبارک دفن ہے اور کوہیر میں آپ کے باقی جسم کا حصہ یعنی دھڑ دفن ہے جو ایک مزار کی شکل میں ایک چوکھنڈی کے اندر واقع ہے جو مولانا معزؒ کی درگاہ شریف سے کوئی دو کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ کوہیر میں واقع آپ کے مزار کی زیارت کی فقیر کو سعادت حاصل ہوئی۔ واقعی بڑی نورانی اور تسکین بخش جگہ ہے۔ البتہ شیخا پور میں واقع مزار کی زیارت کا موقعہ نہ مل سکا جہاں گنج شہیداں بھی پاس ہی ہونا بتایا جاتا ہے اطراف واکناف کے علاقوں میں آپ "شیخن شہید" کے لقب سے زیادہ تر عوام میں مشہور ہیں۔

مولانا معزؒ کا کوہیر میں قیام و وصال | مولانا معزؒ نے بعد میں اپنے مستقل قیام کیلئے کوہیر ہی کا انتخاب فرمایا اور یہیں سکونت پذیر ہو کر عبادت و ریاضت، مخلوق کی ہدایت اور مسلک حق کی اشاعت میں تادم آخر مصروف رہے۔ کوہیر اور اس کے نواحی علاقوں کو اپنے علمی و روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرمانے کے بعد جب واصل بحق ہونے کا وقت آیا تو کوہیر ہی کی سرزمین کو آپ کی ابدی آرام گاہ بننے کا شرف نصیب ہوا۔

مولانا معزؒ کی اولاد | مولانا معزؒ کے وصال کی تاریخ جیسے اور سن کا تحقیقی جائزہ

آئندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا ۔ لیکن یہاں اس بات کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ مولانا معز کی آل یا اولاد سے ہونے کا کسی جانب سے ادعا نہیں ہے نیز آپ کے نسب مبارک سے کوئی سجادہ ومتولی بھی موجود نہیں ہے آپکی درگاہ شریف کو ہیر کے انتظامات مجاورین وخدام کے زیر نگرانی تکمیل پاتے ہیں اس لئے عام خیالات یہ ہیں کہ آپ لاولد تھے ۔ بعض افراد نے اپنی قیاس آرائیوں کے ذریعہ آپ پہ مجرد زندگی بسر کرنے کا حکم بھی لگا دیا ہے لیکن اس سلسلہ میں کوئی باوثوق تاریخی ریکارڈ دستیاب نہ ہوا ۔

مولانا معز کی تعلیمات اولیاء اللہ جب تک اس دنیائے فانی میں موجود رہتے ہیں تو ان کے رشد وہدایت اور تصرفات کا فیض بلا امتیاز مذہب وملت سب کے لئے عام ہوتا ہے ۔ خدائے برتر کی عبادت کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت کے لئے یہ برگزیدہ حضرات اپنی زندگی تمام وقف کر دیتے ہیں اور طریقت کی روح بھی تو یہی ہے کہ ؂

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست ٭ بہ تسبیح و سجّادہؔ و دلق نیست

یعنی طریقت کی منزل مقصود، تسبیح اور جانماز سے آراستہ ہو جانے اور جنگل بہ جنگل صحرا بہ صحرا گرد اڑاتے ہوئے پھرنے سے ہرگز نہیں ملتی بلکہ محض مخلوق کی خدمت کرنے سے حاصل ہوتی ہے ۔ اسی لئے قربِ ایزدی حاصل کر لینے کے بعد خاصانِ خدا اپنے خرقِ عادات اور کرامات کے ذریعہ مظلوموں کی دستگیری، دکھ بھروں کی خبر گیری اور مصیبت زدوں کی مشکل کشائی کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ مظلوم کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے یا کس مذہب کا پیرو ہے ۔ مولانا معز

کے تصرفات میں بھی یہ جوہر خاص طور پر نمایاں نظر آتا ہے جو ہندوستانی روایات کا عموماً اور دکن کی روایات کا خصوصاً آئینہ دار ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے ہر ایک کو آپس میں محبت اور بھائی چارگی کے ساتھ مل جل کر پرامن زندگی گزارنے کا سبق سکھایا اور کسی کی ذرہ برابر بھی دل شکنی گوارا نہیں فرمائی۔

مولانا معزؔ کی کرامات | کرامت (۱) چنانچہ انکی ریاستی (حالیہ کوہیر) میں پرتاب نام کا ایک زبردست دیول تھا جس کے نام پر ایک گائے پلی ہوئی تھی جو روزآتہ باجۂ (۱۲) بجے پوجا کے وقت دیول میں لائی جاتی اور پھر پوجا کے بعد ادھر اُدھر چرنے کیلئے چلی جاتی تھی۔ پوجا کی اس گائے کا گاؤں بھر میں بڑا خیال رکھا جاتا اور اس کی بڑی نگہداشت بھی کی جاتی تھی اس لئے کہیں بھی اس کو کسی قسم کی روک ٹوک نہیں تھی۔ اچانک یہ گائے ایک روز لاپتہ ہوگئی جس کے باعث پرتاب دیول کے پجاری کو سخت تشویش اور پریشانی لاحق ہوگئی کیونکہ اس گائے کے بغیر دیول کی پوجا ہی نہیں ہوتی تھی چنانچہ اس گائے کی تلاش میں خود پجاری نکلا اور تلاش میں اطراف و اکناف میں کوئی جگہ نہ چھوڑی۔ بالآخر جنگل کے کسی گوشہ میں اسی گائے کا چمڑا اسے دستیاب ہوا۔ مولانا معزؔ کی کرامات سے پجاری واقف تھا۔ اس لئے پریشانی کی حالت میں گھبرایا ہوا پجاری مولانا معزؔ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چمڑا سامنے پیش کرتے ہوئے فریاد کرنے لگا کہ ہماری گائے لاپتہ ہوگئی ہے۔ کھال کے سوا اس کی کوئی نشانی نہیں ملی شاید کسی شیر یا درندے نے پھاڑ کھایا ہے۔ مولانا معزؔ نے دریافت فرمایا "کیا یہ چمڑا تمہاری گائے کا ہی ہے۔" پجاری نے بے ساختہ جواب دیا "ہاں یہ چمڑا پوجا کی گائے کا ہی ہے" یہ سنکر حضرت اقدس

سنے ایک چھڑی اپنے دست مبارک سے اس چھڑے پر ماری جس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی قدرت وحکم سے گائے اسی وقت زندہ اور صحیح وسلامت بن کر اُٹھ کھڑی ہوگئی ؎

جلا سکتی ہے شمعِ کُشتہ کو موجِ نفس ان کی ؛ الٰہی کیا چھپا رکھا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

بجاری حیرت کے سمندر میں غرق حضرت کا بے حد ممنون ہو کر خوشی خوشی اپنی گائے لئے واپس ہوا لیکن مولانا معز کی اس کرامت ودبدبہ سے بجاری ایسا مرعوب ہوا کہ وہاں ٹھیرنا مناسب نہ سمجھا اور ورنگل میں جاکر مقیم ہوگیا تاکہ حضرت معز جیسے جلال ومرتبہ والے بزرگ کی شان میں کہیں ایسی کوئی بے ادبانہ حرکت، جہالت میں سرزد نہ ہو جائے کہ آپ کے خلافِ مرضی اور ناگوارِ خاطر ہو۔

کرامت (۲) آپ کے حینِ حیات یہ واقعہ بھی آپ کی کرامت سے کم نہیں کہ راجہ پرتاب کی بغاوت کو دبانے میں جب سلطان حسن ناکام ہوا تو آپ ہی کی دعاؤں کی برکت اور آپ کے روحانی تصرف کے طفیل میں رب العزت نے سلطان کو کامیابی سے ہمکنار فرما دیا حالانکہ مقابلہ چالیس ہزار سپاہیوں کے لشکر جرار سے ہوا تھا۔

کرامت (۳) دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اولیاء اللہ اپنے خداداد تصرفاتِ روحانی کے ذریعہ خلق کی دستگیری اور مشکل کشائی کا سلسلہ برابر جاری رکھتے ہیں اور "دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر" کے مصداق جو حسن نیت اور حسن عقیدت کے ساتھ ان بزرگوں کے آستانے پر حاضر ہوتا ہے ویسا ہی فیضان وہ حاصل بھی کرتا ہے۔ یہ بھی آپ کی کرامت اور روحانی تصرف نہیں تو اور کیا ہے کہ آپ کے عرس شریف کے زمانہ میں ہزاروں آدمی اطراف واکناف کے علاقوں

سے علاوہ دور دراز مقامات سے بلا لحاظ فرقہ و مذہب حاضری دیتے ہیں۔ ان زائرین کی ایک کثیر تعداد اسی قبرستان میں زیر سمائدات دن پڑی رہتی ہے جو عام دنوں میں گزند پہنچانے والے مہلک اور زہریلے حشرات الارض کی آماجگاہ بنا رہتا ہے۔ لیکن زائرین عرس کو کسی بھی قسم کے دکھ درد یا تکلیف و گزند سے کبھی سابقہ نہیں پڑتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی حمایت میں رہنے والوں کو تمام مصائب و آفات سے محفوظ و مامون رکھتا ہے۔

کرامت (۴) بانی جامعہ نظامیہ مولانا انوار اللہ خاں صاحب علیہ الرحمہ اپنی کتاب "انوار احمدی" میں یہ حدیث شریف نقل فرماتے ہیں کہ "انبیاء کرام کا ذکر کرنا عبادت ہے اور اولیاء و صالحین کا ذکر کفارہ ہے"۔ اسی نیک مقصد کے حصول میں گذشتہ چند برسوں سے مولانا معز کے عرس شریف کے موقعہ پر ہر سال ذکر خدا و رسول کے ساتھ ساتھ اولیاء اللہ کے تذکرہ و فیضان کی محافل درگاہ کمیٹی کی جانب سے سجائی جارہی ہیں جس میں منعقدہ علمائے اہل سنت کے بصیرت افروز خطابات سے عقیدہ کی صحت مندی اور معاشرہ کی اصلاح کے ایسے گراں قدر ثمرات حاصل ہو رہے ہیں کہ عامۃ المسلمین اپنی بدعقیدگی کو خیر باد کر کے عاشق رسول اور محب اولیاء بن گئے ورنہ قبل ازیں عام مسلمان بدعقیدہ بھی تھے اور بدعمل بھی جو آتش بازی اور لغو باتوں میں بے دریغ دولت لٹایا کرتے تھے۔ مگر اب کھیل تماشہ، آتش بازی، اچھل کود، فضول خرچی، خرافات اور اسراف کے طریقوں کو چھوڑ کر نماز اور فروریات دین کی طرف راغب ہونے لگے ہیں اور یہ سب کچھ بھی بلاشبہ حضرت مولانا معز کے روحانی تصرفات اور آستانہ شریف کے برکات ہی کا نتیجہ ہے۔

یعنی ۱۵ رجمادی الاخری کی تاریخ ہی سرکاری صندل شریف کے مراسم بھی انجام پاتے ہیں اور عموماً اکثر بزرگان دین کے وصال کی تاریخ ہی چونکہ مراسم صندل تکمیل پایا کرتے ہیں لہذا اس بنا پر یہ کہتے ہیں وزن اور معقولیت ہے کہ مولانا معز کا وصال مبارک ۱۵ رجمادی الاخری کو ہوا ہے لیکن یہ کہنا یقین سے ممکن نہیں کہ کس سال یا کس سنہ ہجری کی ۱۵ رجمادی الاخری تھی جب کہ آپ کا وصال ہوا تھا -

(۴) آجکل ایسے غیر ذمہ دار افراد کی کمی نہیں جن کی جانب سے ایسے غیر غلط لٹریچر پر مبنی کتب یا کتابچوں کی اشاعت اور فروخت عمل میں لائی جا رہی ہے جس کی غرض وغایت محض سادہ لوح عوام کی عقیدت کا استحصال کر کے اپنے کمرشیل مقاصد ومفادات کی تکمیل کرنے کے سوا کچھ نہیں ۔ "نیم حکیم خطرۂ جاں یا نیم ملا خطرۂ ایمان" کے مصداق ایسے ایک صاحب نے مولانا معز کی کوہیر میں تشریف آوری کے زمانہ کا تعین کرنے کیلئے یہ حوالہ لکھدیا ہے کہ آپ کے پیر ومرشد خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ کی رحلت کا سن مشہور تاریخی مصرع " مخدوم دین ودنیا" سے نکلتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ موصوف شاعری کی مبادیات اور بحساب ابجد تاریخ نکالنے کے ابجد سے تک ناآشنا معلوم ہوتے ہیں ۔ بقول شاعر ؎

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی ؎ اب آبروئے شیوۂ رنداں نہیں رہی

واضح باد کہ " مخدوم دین ودنیا" پہلے تو کوئی مصرع نہیں پھر دوسرے یہ کہ ان الفاظ کے بحساب ابجد جملہ اعداد (۸۲۵) برآمد ہوتے ہیں جو کسی طرح بھی خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ کا سن رحلت ہرگز نہیں ۔ دراصل محبوب الٰہی نے ۷۲۵ ہجری میں وصال فرمایا ہے ۔

قیاس و قرائن سے مولانا معز کا زمانہ | مولانا معز کے سنِ وصال سے قطع نظر آپ کے ہندوستان میں ورود پھر دہلی سے دکن میں تشریف آوری اور بالآخر کوہیر میں آپ کی سعدلیق افروزی اور قیام کے زمانہ و تواریخ کا کوئی واضح ذکر بھی کتب تاریخ و تذکرہ میں پایا نہیں جاتا۔ البتہ تاریخی واقعات کی روشنی میں اس تعلق سے ایک اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کے حکم و ہدایت پر خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ ۶۵۹ھ ہجری میں دہلی تشریف لائے۔ یہیں مقیم ہو کر آپ نے بے شمار طالبوں کو بیعت سے نوازا، اور ۷۲۵ھ ہجری کے اسی میں دہلی ہی میں آپ نے وصال فرمایا جہاں آپ کا آستانہ آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ چونکہ مولانا معز نے حضرت محبوب الٰہی کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا لہٰذا مولانا معز کا ہندوستان کے پائے تخت دہلی میں ورود کا زمانہ ۶۵۹ھ اور ۷۲۵ھ کے درمیان قرار پاتا ہے۔

(۲) حضرت محبوب الٰہی کے سن وصال یعنی ۷۲۵ھ سے چند سال قبل سلطان علاءالدین خلجی کی ہدایت پر ملک کافور نے دکن میں فتوحات حاصل کی تھیں اور اسی دوران دیوگیری کے راجہ کو شکست دے کر گرفتار بھی کیا تھا جس کے بعد وہاں غالباً اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی سخت ضرورت محسوس فرماتے ہوئے حضرت محبوب الٰہی نے بہت ممکن ہے آخری عمر میں اپنے وصال سے کچھ قبل اپنے لائق خلیفہ مولانا معز کو دیوگیری جا کر اسلام کی تعلیمات عام کرنے کی ہدایت فرمائی ہو گی جس کی تعمیل میں مولانا معز پہلے دیوگیری کے اطراف و اکناف پھر دیگر

علاقوں میں مصروفِ تبلیغ رہے ہونگے اور اپنے اسلامی مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے شاید ۷۴۸ھ ہجری کے قریب قریب کو ہیر کے قرب وجوار تک پہنچے ہونگے۔

(۳) ۷۴۸ھ ہجری میں سلطان حسن گنگو نے بتاریخ ۲۴ ربیع الثانی بروز جمعہ علاء الدین حسن کے لقب سے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا جب کہ مسجد قطب الدین شاہ خلجی واقع دولت آباد میں سلطان حسن کے پیر ومرشد شیخ سراج الدین جنیدی نے اپنے ہاتھوں سے اس کی تاج پوشی فرمائی۔ پیر جنیدی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک گلبرگہ میں ہے جو "روضۂ شیخ" کے نام سے مشہور ہے۔

۷۵۲ھ میں دکن کے علاقۂ ساگر وغیرہ میں پیدا شدہ بغاوت کی سرکوبی کی غرض سے اپنے مستقر گلبرگہ اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں میں سلطان حسن گنگو کا شخصی طور پر آنا تاریخ سے ثابت ہے غالباً یہ وہی زمانہ ہے جب کہ راجہ پرتاب بغاوت پر آمادہ ہوا اور اس کی سلطان حسن سے معرکہ آرائی بھی ہوئی لہذا قیاس اغلب یہ ہے کہ ۷۵۲ھ ہجری کے لگ بھگ مولانا معز مع دیگر بزرگان دین، سلطان حسن کی درخواست پر بیدر تشریف لے گئے اور اسی زمانہ میں راجہ پرتاب سے لڑائی میں حضرت سید تاج الدین بخشی اور حضرت شہاب الدین قدس سرہما شہید ہوئے اور سلطان حسن کو کامیابی نصیب ہوئی۔

(۴) ان قرائن کی روشنی میں یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ۷۵۲ھ کے بعد مولانا معز کوہیر میں مستقل طور پر قیام فرما ہو گئے جہاں آخر وقت تک علم وعرفان کی شمع کو آپ نے روشن رکھا۔

(۵) بتاریخ یکم ربیع الاول ۷۵۸ھ گلبرگہ میں سلطان حسن گنگو کا انتقال ہو گیا

جس سے قبل یا کچھ عرصہ بعد ممکن ہے مولانا معز کو ہیر میں ہی واصل بحق ہوئے۔ اگر راجہ پرتاب سے معرکہ آرائی کے بعد مولانا معز کے کوہیر میں قیام کی مدت آٹھ دس سال بھی رہی ہوگی تو اس حساب سے یہ اندازہ قائم ہوتا ہے کہ مولانا معز کا وصال ہو کر آج تقریباً (۶۵۰) سال یعنی ساڑھے چھ صدی کے قریب کا عرصہ گزر چکا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ۔

درگاہ مولانا معز میں بندہ نواز کی حاضری | جدنا حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ بہ نفس نفیس مولانا معز کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے گلبرگہ شریف سے کوہیر تشریف لائے تھے جو اولیاء اللہ کے مزاروں سے فیض باطنی حاصل کرنے کیلئے حاضری کی ایک مستند نظیر ہے جس سے مراقبات وکشف قبور کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ واضح ہو کہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ بھی حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے ہی خلیفہ ہیں اور آگے چل کر جانشین بھی ہوئے۔ اس طرح مولانا معز اور خواجہ بندہ نواز کے پیر ومرشد دونوں آپس میں برادران طریقت یا پیر بھائیوں کا باہمی رشتہ رکھتے تھے۔

کوہیر کی وجہ تسمیہ | کوہیر کی وجہ تسمیہ کا تعلق بھی چونکہ مولانا معز سے ہے اس لئے یہاں اس کی وجہ تسمیہ کی صراحت بھی قارئین کے لئے مزید معلومات اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ راجہ پرتاب کے زمانے میں اس مقام کا نام "انکھار پلین" تھا چونکہ یہاں ہیرے کا ایک پہاڑ تھا اس مناسبت سے مولانا معز نے اس مقام کا نام "کوہِ ہیرا" قرار دیا جو کثرتِ استعمال سے بعد میں "کوہیر" ہو گیا۔

سابق میں کوہیر ہندوستان میں نظام آصف جاہ کی سلطنت حیدرآباد دکن کے ضلع بیدر کا ایک تعلقہ تھا لیکن اب ملک کی ریاست وار نئی تنظیم جدید اور عالیہ

ریاستی تبدیلیوں کے بعد ریاست آندھرا پردیش کے ضلع میدک میں کوہیر کو ایک منڈل کی حیثیت دے دی گئی ہے اور بیدر کو دوسری ریاست کرناٹک کے علاقہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔ کوہیر کی آب و ہوا خوشگوار ہے جہاں آم اور جام کے باغات بکثرت ہیں۔ یہاں کے آم اور جام دونوں اپنی شیرینی و ذائقہ میں بے حد مشہور و ممتاز ہیں۔ "دربار آصف" میں لکھا ہے کہ سابق میں مستقر حیدرآباد میں کوہیر کے آم کی کثیر تعداد درآمد ہوتی تھی۔ امراء، وزراء اور شاہی خاندان کے افراد بھی کوہیر کے آم کے بڑے دلدادہ تھے۔ اسی طرح یہاں کے جام بھی اپنی لذت، جسامت اور مٹھاس میں بے نظیر شہرت رکھتے ہیں اور حیدرآباد کے علاوہ دور دور کئی شہروں میں بھی برآمد کئے جاتے ہیں۔ مولف کا خیال ہے کہ یہاں کے ان پھلوں کی ہر دل عزیزی شہرت، ذائقہ و لذت کچھ عجب نہیں ہے کہ ان ہی مقدس بزرگوں کے برکات اور شہیدوں کے زندہ تصرفات کا ہی نتیجہ ہو۔

کوہیر کی آبادی پولیس ایکشن کے بعد کچھ کم ہو گئی تھی۔ اکثر لوگ دیگر قریبی مقامات میں منتقل ہو گئے تھے لیکن کوہیر کے منڈل بن جانے کے بعد اس کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے حیدرآباد سے کوئی ۱۱۵، ایک سو پندرہ کیلومیٹر کے قریب فاصلہ پر اور ظہیرآباد سے کوئی بیس ۲۰ کیلومیٹر پر واقع ہونے کے باعث جملہ عصری سہولتوں سے آراستہ ہے اور دن بدن ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ صاف پختہ سڑکوں کی تعمیر کے بعد آر۔ٹی۔سی کی سرکاری بسوں کی آمد و رفت کا نہ صرف ظہیرآباد ڈپو سے وقفہ وقفہ سے باقاعدہ انتظام ہے بلکہ اب تو شہر حیدرآباد سے راست ایک اکسپرس بس روزانہ کوہیر تک آتی اور جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر نواحی علاقوں تک بھی متعدد بسیں دن بھر میں چلتی رہتی ہیں۔

خانگی طور پر آٹو رکشا اور جیپ گاڑیاں بھی مسافرین کو آمد و رفت کی کافی سہولت مہیا کرتی ہیں ۔ کوہیر اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں سرخ مٹی کی زمین بھی قدرت کا ایک عطیہ ہے جو ادرک اور آلو کی وسیع کاشت کیلئے نہایت موزوں اور نفع بخش ہے چنانچہ برآمد کردہ ادرک اور آلو وغیرہ سے لدی ہوئی کئی لاریاں کوہیر سے ملک میں دور دور کے علاقوں تک روزانہ جایا کرتی ہیں ۔ سنہ ۱۳۴۹ ہجری میں نظام کے دور حکومت میں ریلوے لائن کے قیام نے چار چاند لگا دئے اور اب کوہیر ایک اہم ریلوے اسٹیشن ہے جہاں سے ملک کے کسی مقام تک بھی سفر کی سہولت میسر آگئی ہے ۔ کوہیر میں ایک قدیم جامع مسجد بھی موجود ہے ۔ لیکن اس کی عمارت کے کسی بھی حصہ پر حسب روایت بنیاد یا تعمیر کی کوئی تاریخ کندہ نہیں ہے ۔ جس سے اس تاریخی جامع مسجد کے بارے میں تفصیلی معلومات نہ مل سکیں ۔ عام طور پر مشہور ہے کہ قطب شاہی زمانہ میں عین الملوک کے فرزندوں سے کسی نے کوہیر کی یہ جامع مسجد تیار کی تھی ۔

عرس مولانا معز | زمانہ قدیم سے مولانا معز کا ہر سال عرس شریف بڑے جوش و خروش اور نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے جس کے دوران مسلسل کئی دن تک بلا لحاظ فرقہ و مذہب ہزاروں عقیدت مند شریک ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں ۔

عرس کی تقاریب کا سلسلہ کوئی ڈیڑھ ماہ تک جاری رہتا ہے جو یکم جمادی الاخریٰ سے شروع ہو کر ۱۵ رجب کو اختتام پر پہنچتا ہے ۔ جمادی الاخریٰ کی پہلی تاریخ سب سے پہلے کوہیر میں قریب ہی واقع درگاہ شریف حضرت سید معروف حسینی علیہ الرحمہ سے صندل مبارک کا ایک جلوس برآمد کیا جاتا ہے اور مولانا معز کی درگاہ شریف

تک لایا جاتا ہے۔ مزار اقدس کے اوپر ایک کپڑا چاندنی کی طرح باندھا جاتا ہے جس کو نقارہ نوازی کے ساتھ لایا جاتا ہے۔ پھر صندل مالی کے ابتدائی مراسم انجام دیئے جاتے ہیں۔ اس موقعہ پر ہر فرقہ و مذہب کے ہزاروں معتقدین کا ایک بے پناہ ہجوم رہتا ہے۔

سرکاری صندل مبارک سابقہ حکومت نظام کے دور میں سرکاری طور پر نہ صرف عرس کی تقاریب کیلئے معمولات اور بیا رزات کی مقررہ رقم فنخاص مبارک اور امور مذہبی کی جانب سے جاری کی جاتی تھی بلکہ سرکاری طور پر بتاریخ ۱۵ر جمادی الاخریٰ پٹیل پٹواری کے مکان سے صندل برآمد ہوا کرتا تھا پھر الطعام طعام میلاد خوانی اور سماع کا معقول انتظام ہوا کرتا تھا۔

حضور نظام کے دور کے خاتمہ کے بعد معمولات تو باقی نہ رہے البتہ حسب روایت قدیم بتاریخ ۱۵ر جمادی الاخریٰ سرکاری صندل کے نام سے اب بھی ایک جلوس درگاہ حضرت سید معروف حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے آتا ہے اور صندل مالی کے مراسم انجام پاتے ہیں

صندل ہیرامن ہیرالعل نامی عرف ہیرامن ایک راجپوت، حضرت مولانا معز قدس سرہٗ کا بڑا معتقد تھا۔ اس نے ازراہ عقیدت، نقارہ خانہ کی عمارت کے بازو ہی ایک بڑی کمان بھی تعمیر کروائی تھی جو آج تک موجود ہے اس کے علاوہ اپنی جانب سے پیش کردہ صندل شریف کے مصارف کیلئے ایک زمین بھی اس نے خرید کر وقف کردی تھی اور اس میں ایک باؤلی بھی تیار کروادی تھی۔ جو درگاہ شریف کے راستہ میں شمال کی جانب واقع ہے۔ بتاریخ ۱۶ر جمادی الاخریٰ تقریباً رات کے چار بجے یعنی فجر سے کچھ دیر قبل اسی راجپوت ہیرامن صاحب کا صندل جلوس کی شکل میں

آیا کرتا تھا اور آج بھی ان کے خاندان کے معتقد افراد اسی عقیدت و احترام سے اس روایت پر عمل پیرا ہیں جس کو "ہیرا من کا صندل" کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر بھی زائرین کا ایک عظیم اجتماع ہوتا ہے۔

دیگر صندل کے جلوس اس کے علاوہ زمانہ قدیم سے اطراف واکناف کے متعدد دیہات کے بلالحاظ مذہب وملت معتقدین اپنی جانب سے بطور اظہارِ عقیدت صندل کے جلوس اپنے اپنے مقامات سے لے کر مولانا معز کی درگاہ شریف تک حاضر ہوا کرتے ہیں جن میں تاریخی حیثیت سے گرج واڑہ، دگوال، بیچارہ گڑہ، ماچرڈپلی، مدری اور پٹلور وغیرہ کے راجاؤں اور رعایا کے صندل قابل ذکر ہیں۔ آج کل تیاریخ، ار جمادی الاخریٰ کو قریشی برادری کی جانب سے صندل شریف لانے کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔

عرس شریف کی تواریخ میں جگہ جگہ دوکانات کا ایک میلہ سا لگا رہتا ہے رنگ برنگ کی روشنیوں سے کوہیر کا گوشہ گوشہ منور ہو جاتا ہے اور مولانا معز کا آستانہ بقعۂ نور نظر آتا ہے۔ زائرین اور دوکانداروں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے کیونکہ ریل گاڑی آر ٹی سی بسوں، موٹروں، آٹو رکشاؤں کے علاوہ بنڈیوں کے ذریعہ نیز پیدل بھی دور دور سے عقیدت مندکشاں کشاں چلے آتے ہیں اور کیا مسلم کیا ہندو ہر مذہب اور فرقہ والے شانہ بہ شانہ ہو کر حضرت اقدس کی بارگاہ میں اپنا نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرقہ وارانہ ہم آہنگی و محبت کا روح فرسا منظر پیش کرتے ہیں۔

جلسۂ فیضانِ اولیاء کا سالانہ انعقاد | گذشتہ چند برسوں سے ہر سال عرس شریف مولانا معز کے موقع پر احاطۂ درگاہ شریف میں ایک عظیم الشان جلسۂ فیضانِ اولیاء کا انعقاد عمل میں لایا جا رہا ہے جس کو مخاطب کرنے کیلئے حیدرآباد سے نامور علمائے کرام و مشائخ عظام کو خاص طور پر مدعو کیا جاتا ہے جن کے بصیرت افروز خطابات کا وہاں موجود ہزاروں سامعین خصوصاً نئی نسل پر اصلاحِ عقیدہ، ترغیبِ دین اور خرافات سے احتراز کے بہتر اثرات و نتائج رونما ہو رہے ہیں۔ بھنڈاری اور درگاہ کمیٹی کے زیر اہتمام منائے جانے والے اس نورانی اجلاس کو قرینہ سے سجایا اور سلیقہ سے منعقد کیا جاتا ہے اور اسے خوب سے خوب تر اور کامیاب سے کامیاب تر بناتے ہیں جناب ماجد صاحب کی مساعی جمیلہ واقعی لائق تحسین ہیں حیدرآباد سے مہمان علمائے کرام کو کوہیر تک خصوصی موٹر کے ذریعہ بآرام لانے کا ذمہ دارانہ فریضہ موصوف شخصی طور پر خود انجام دیتے ہیں جس کے لئے وہ قابل مبارکباد ہیں کہ مولانا معز ان سے اپنی بارگاہ کی یہ گراں قدر خدمت لیتے ہوئے اپنی عنایات و برکات سے انہیں نواز رہے ہیں۔ اس موقع پر بارادت مند محمد صادق علی صاحب سکندر صوفیانی کی جانب سے ان کے گھر میں مہمانوں کی کی گئی ضیافت کے انتظامات کے پیش نظر وہ بھی اجرِ خیر اور نیک دعاؤں کے مستحق ہیں۔

مولود خوانی | جلسۂ مواعظ کے علاوہ دیگر اوقات میں حسب روایت مولود خوان جماعتیں میلاد اور قصیدے روایتی انداز میں سنا کر شائقین کی داد حاصل کرتے ہیں۔

آستانہ مولانا معز کی عمارتیں | مولانا معز کا مزارِ پُر انوار ایک بڑے چبوترے پر واقع ہے جو وسیع و عریض فصیل نما خوبصورت دیوار سے گھرا ہوا ہے اور

جس کے چاروں طرف کمانوں کے اندر آہنی پلیٹوں سے بنے بڑے دروازے نصب ہیں۔ آپ کے مزار شریف کے مشرقی جانب ایک چھوٹے چبوترے پر آپ کے استاد محترم کا مزار ہے اور جنوبی دروازے کی طرف دیگر متعدد قبور موجود ہیں۔ آپ کے بالکل پائین دو قبور آپ ہی کے دو خاص خادمین کے بتائے جاتے ہیں مغربی جانب ایک گوشہ میں مسجد بنی ہوئی ہے۔ جو اللہ والوں کے آستانوں کا عموماً خاصہ ہے تاکہ "اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہ" یعنی ان کو دیکھو تو اللہ یاد آجائے (حدیث کے مطابق) اللہ والوں کی زیارت کرنے والے کو اللہ یاد آجائے اور اللہ کی یاد کا صحیح جذبہ اور سلیقہ نصیب ہوجائے۔ مزار شریف کے سرہانے مشرقی جانب احاطہ کے اندر ہی چند کمرے بھی بنے ہوئے ہیں جو عام دنوں میں زائرین کیلئے سرائے یا عارضی قیام گاہ کا کام دیتے ہیں۔ چوکونی احاطہ درگاہ سے باہر شمالی جانب ہیرامن کی جانب سے تعمیر کردہ بلند کمان سے متصل ایک طرف نقارخانہ کی عمارت ہے اور دوسری جانب ایک بڑا مربع شکل کا حوض بنا ہوا ہے جو قدیم زمانہ میں زائرین کی سہولت کیلئے ہمیشہ پانی سے بھرا رہتا تھا۔ لیکن آجکل صرف عرس شریف کے موقع پر اس حوض میں پانی بھرنے کا خصوصی انتظام کیا جاتا ہے تاکہ زائرین کی ضرورتوں کی تکمیل ہوسکے۔ اس کمان کے آگے سڑک کی دوسری جانب جہاں حضرت سید تاج الدین بخشی شہید قدس سرہٗ کا مزار مبارک ہے اس سے پہلے بھی اسی نوعیت کا ایک بڑا قدیم حوض موجود ہے حال ہی میں درگاہ کمیٹی کی جانب سے زائرین کیلئے مردانی و زنانی بیت الخلاء بھی تعمیر کئے جاچکے ہیں تاکہ احاطۂ درگاہ میں گندگی و غلاظت نہ ہونے پائے اور

زائرین کو اپنی حاجتوں کیلئے دور تک جانے کی زحمت بھی اٹھانی نہ پڑے ۔

انتظامات درگاہ شریف | جیسا کہ قبل ازیں ذکر آچکا ہے مولانا معزؔ کی اولاد یا خاندان سے کوئی بھی موجود نہیں ہیں۔ اسی طرح سرکاری طور پر متولی یا سجادہ نشین بھی مقرر نہیں ہیں۔ شاید اسی لئے نظام حکومت کی زیر نگرانی عرس شریف کے سرکاری انتظامات و مراسم انجام پایا کرتے تھے۔ لیکن آج کل آپ کی درگاہ شریف کے جملہ انتظامات خادمین مجاورین اور بھنڈاری کی نگرانی میں تکمیل پاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا معزؔ کے مزار مبارک کے پائین میں موجود آپ کے ہی دو خادموں کی جو دو قبور موجود ہیں ان میں سے ایک خادم کی نسل میں موجود اصحاب بھنڈاری کی حیثیت سے عام نگرانی و انتظام درگاہ شریف کے فرائض انجام دیتے ہیں اور دوسرے خادم کی نسل میں موجود اصحاب مجاورین کی حیثیت سے خدمت کرتے آرہے ہیں جن کے ذمہ احاطۂ درگاہ شریف کی صفائی اور مزار اقدس کی جاروب کشی اور چراغ روشن کرنے وغیرہ کی خدمات ہیں۔ درگاہ شریف مولانا معزؔ کے نام سے موقوفہ کئی ایکڑ زمین سابق میں تھی مگر اس کے اکثر حصوں پر انقلابات زمانہ کے دوران ناجائز قبضے ہو گئے۔ فی الوقت احاطۂ درگاہ سے متصل تھوڑی سی جتنی بھی زمین رہ گئی ہے اس میں واقع درختان تمر ہندی کے ثمرہ سے جو بھی سالانہ آمدنی ہوتی ہے نیز زائرین کی جانب سے عقیدت کے جو نذرانے پیش کئے جاتے ہیں ان سے درگاہ و عرس کے سالانہ غیر معمولی مصارف کی پابجائی کی جاتی ہے ۔

نوٹ :۔ آخر میں حدیث و فقہ کی روشنی میں عقائد اہل سنت و الجماعت کے مطابق

اولیاء اللہ کے عرس شریف اور اس سے متعلقہ دیگر امور پر شرعی احکام درج کئے جاتے ہیں تاکہ اس خصوص میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے۔

عرس کیا ہے؟ عرس بضم (عُرش) اور بضمتین (عُرُس) عربی لفظ ہے جو لغت میں طعام عروسی (شادی کا کھانا) کو کہتے ہیں (غیاث، نصیر، منتخب) مجازاً عرس ان مراسم و مجالسِ طعام کا نام ہے جو ہر سال بزرگان دین کی وفات کے دن ان کی فاتحہ کے سلسلہ میں منعقد ہوتی ہیں کیونکہ عاشقانِ حق کے حق میں غم کدۂ دنیا سے رحلت کرنی بمنزلہ شادی و عروسی ہوتی ہے۔ مزار کے منجہ خانہ میں عروسِ جان عاشقان بحکم حدیث شریف "نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ" (یعنی دولہن کی طرح میٹھی نیند سوجا) خواب نوشین ہوتی ہے جیسا کہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ؎

عروسی بود نوبتِ ماتمت ؎ اگر نیک روزے بود خاتمت

اس کے سچے مصداق وہ بزرگان دین ہیں جو دنیا میں رات دن عبادتِ الٰہی اور خدمت خلق میں مصروف رہے۔ چونکہ ایسے مقبولان حق کا وصال ان کے لئے عین فرحت و سُرور کا باعث ہے اس لئے ان کے وصال کے دن کو "یوم عرس" کہتے ہیں۔ بزرگان دین کے مراسم عرس سے صرف یہی منشا ہے کہ سال میں ایک بار تمام اللہ والے اور ان کے معتقدین ایک جگہ جمع ہو کر خدا اور رسول کے ذکر اور توبہ و استغفار سے اپنے دلوں کو پاک و صاف کریں۔ کلام اللہ پڑھ کر صاحب قبر کو ثواب کا ہدیہ پیش کریں۔ قبور کی زیارت کریں۔ وعظ کی مجلس اور ذکر و فکر کے حلقے مقرر کریں۔ اولیاء اللہ کی سیرت بیان کریں اور منکرات

ومحرمات سے احتراز کرنے کی ترغیب دیکر قوم کو قعرِ ذلت اور راہِ ضلالت سے بچائیں نیز ایصال ثواب کی خاطر شیرینی اور کھانے وغیرہ سے فقیروں مسکینوں محتاجوں وغیرہ مستحقین ومحبین کی تواضع کریں۔

زیارت قبور اور عرس کا شرعی ثبوت

زیارت قبور، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی سنت ہے۔

(۱) حدیث شریف میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "جبلِ احد" پر شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کے لئے ہر سال تشریف لے جایا کرتے اور فرماتے "سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" یعنی تم پر سلامتی ہو جو کہ تم نے صبر کیا۔ پس کیا ہی اچھا عقبیٰ کا گھر ہے (ابوداؤد)

(۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کے قبور پر تشریف لے جاتے تھے (ابن منذر، درمنثور، ردمحتار)

(۳) جب کوئی انصاری کا انتقال ہوتا تو انصار ان کی قبر پہ آیا جایا کرتے اور اور ان کے واسطے قرآن پڑھتے (حدیث)

(۴) حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں چار ہزار صحابی ملک یمن میں اس لئے گئے تھے کہ وہاں ایک بزرگ کا مقام تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے موجود تھا (کنز العمال)

(۵) حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پہلے تم کو قبروں کی زیارت سے میں نے منع کیا تھا لیکن اب ضرور زیارتِ قبور کیا کرو اجازت دیتا ہوں کیونکہ قبروں کی زیارت کرنے سے موت یاد آتی ہے اور عبرت ہوتی ہے (حدیث)

اس حدیث شریف سے تو بلا قید و تعیین زیارت قبور کا ثبوت ملتا ہے خواہ زیارتِ قبور روزانہ کریں، مہینہ میں کریں یا سال میں کریں نیز اکیلے جائیں یا مجمع کے ساتھ جا کر زیارت قبور کریں یہ سب جائز ہے کوئی پابندی نہیں ہے۔

(۶) بی بی عائشہ اور بی بی خاتون جنت رضی اللہ عنہما شہدائے اُحد کی اور دیگر قبور کی زیارت فرماتی تھیں۔ (حدیث)

(۷) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں اصحاب کے ساتھ وعظ فرمایا (بخاری)

(۸) حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدۂ ماجدہ کی قبر کی زیارت فرمائی (مسلم)

فقہی مسائل

(۱) جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا خیرات کی اور اس کا ثواب اپنے غیر کو پہنچایا۔ وہ غیر خواہ مُردہ ہو یا زندہ، قرابت دار ہو یا بیگانہ شرعاً جائز ہے۔ اہل سنت والجماعت کے مذہب میں اس کا ثواب ان کو ضرور پہنچتا ہے (ردالمحتار، شامی)

(۲) جو کوئی آدمی مُردے کیلئے یا اس کی طرف سے صدقہ و خیرات کرے تو مُردہ کو اس سے نفع پہنچتا ہے۔ (شرح عقائد نسفیہ)

(۳) قبروں کے پاس قرآن پڑھنا ہر حال میں نفع دیتا ہے (فتاوی قاضی خان)

(۴) مزاروں پر پھول اور سبزہ چڑھانا اچھا ہے بلکہ رفعِ عذاب کا باعث ہے اس کے سبز رہنے اور تسبیح پڑھنے سے میت کی انسیت ہے اور اس کی قیمت خیرات کر دینا بہتر ہے (ردمحتار۔ فتاوی عالمگیریہ)

(۵) ایصال ثواب کیلئے کوئی چیز پکا کر لوگوں کو کھلانا شرعاً درست ہے (ردمحتار)

اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا

یعنی اسکی محبت میں مسکین کو یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (سورۂ دہر)

(۶) ہر مسلک کے متفقہ مرشدِ طریقت پیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی خود اپنا عمل یوں بیان فرماتے ہیں کہ "فقیر ہر سال اپنے پیرو مرشد کی روح مبارک کیلئے ایصالِ ثواب کرتا ہے اول قرآن خوانی ہوتی ہے کبھی مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر طعام کھلایا جاتا ہے" (فیصلۂ ہفت مسلہ)

زیارت قبور کا مسنون و مستحب طریقہ قبروں کی زیارت مستحب ہے۔ جب زیارت کا ارادہ ہو تو گھر میں دو رکعت مستحب نماز پڑھیں اس طرح کہ ہر رکعت میں فاتحہ و آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھیں اور اس کا ہدیۂ ثواب صاحبِ قبر کو پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ صاحبِ قبر کیلئے بھی نور عطا فرمائے گا اور نماز پڑھنے والے کیلئے بھی بہت زیادہ ثواب دے گا۔ قبر کے پاس جانے سے قبل جوتے نکال دیں اور زیارت کے لئے پائین سے جائیں سرہانے سے نہ جائیں۔ اہل قبر کے سینے کے مقابل اس طرح کھڑے ہوں کہ قبلہ کی طرف پشت اور قبر کی طرف منہ ہو اور اس طرح سلام کہیں۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ وَنَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ"۔ اس طرح جو شخص کسی قبر پر پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس قبر والے سے چالیس سال کا عذاب اور تاریکی و تنگیٔ قبر دور فرما دے گا۔ (فتاوی عالمگیریہ)

اس کے بعد سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات مفلحون تک، آیۃ الکرسی

آمن الرسول، سورۂ یٰسین، سورۂ تبارک الملک، اور سورۂ تکاثر میں سے جو چاہے پڑھیں اور سورۂ اخلاص یارہ یا کم از کم تین بار پڑھ کر اہل قبور اور تمام مسلمانوں کو اس کا ثواب پہنچائیں۔

قبور کی زیارت کیلئے افضل ایام چار ہیں۔ دوشنبہ، پنجشنبہ (اول یا آخر دن) جمعہ (بعد نماز جمعہ) شنبہ (طلوع آفتاب تک) اسی طرح متبرک راتیں خصوصاً شب برات زیارت قبور کیلئے افضل ہے۔ علی ہذا متبرک زمانہ جیسے عشرۂ ذی الحجہ، عیدین اور عاشورا بھی زیارت قبور کیلئے افضل ہے۔

نوٹ:۔ تلاوت قرآن و تسبیح اور اطعام طعام وغیرہ سے جو بھی ایصال ثواب ہوتا ہے وہ ہم گنہگاروں کیلئے تو عذاب میں تخفیف اور مغفرت کا سبب بنتا ہے لیکن واصل بحق اور مقبولان و خاصان خدا اولیاء اللہ کیلئے یہی ایصال ثواب ہماری جانب سے ہدیہ و تحفہ بنکر پیش ہوتا ہے اور ان کے مراتب میں اضافہ اور مدارج میں مزید بلندی کا باعث ہوتا ہے

قبروں پر پھول اور صندل | صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی دو قبروں پر سے گزر ہوا کہ دونوں قبر والے عذاب میں مبتلا تھے۔ آپ نے ایک تر و تازہ شاخ کو چیر کر ہر ایک قبر پر ایک ایک ڈالی لگا دی اور فرمایا جب تک یہ ڈالیاں خشک نہ ہوں خدا کی تسبیح کرتے رہنگی اور ان ہر دو کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ شارحین حدیث نے اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے قبروں پر سبزہ، شاخ تر، پھول، خوشبو مثلاً صندل ڈالنا یا لگانا ہر طرح جائز اور تخفیف عذاب میت کا موجب قرار دیا ہے۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے

پھول، سبزہ اور خوشبو کی چیزیں (مثلاً صندل) کو قبر پر رکھنا اچھا ہے"۔

نقارہ نوازی کا شرعی جواز درمختار اور شامی کی فقہی کتب میں ہے کہ نوبت نوازی یا نقارہ بجانا اگر تفاخر کے لیے ہو تو مخلہ ملاہی (یعنی کھیل کود یا لہو ولعب) ہے ہاں البتہ تنبیہ کیلئے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مثلاً تین اوقات نوبت بجائی جائے تاکہ نفخات صور کی یاد ہو کیونکہ ان تین اوقات میں اور نفخات میں مناسبت پائی جاتی ہے کہ عصر کے بعد نفخ فزع کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عصر کے بعد لوگ راستوں سے گھبرا کر گھروں کی طرف دوڑیں گے جس میں فزع سے مماثلت ہے۔ اسی طرح عشاء کے بعد نفخ موت کی طرف اشارہ ہے کہ عشاء کے بعد لوگوں کے سونے کا وقت ہے جو موتِ اصغر ہے۔ اور آدھی رات کے بعد نفخ بعث کی طرف اشارہ ہے کہ آدھی رات گزر جانے کے بعد لوگ اپنے گھروں سے نکلیں گے جو قبروں کی مانند ہیں اور اعمال کی طرف جائیں گے جو بعث سے مشابہ ہے (درمختار۔ ردمختار)

عرس کے منہیات و ممنوعات قبرستان میں ناچ رنگ، گانا بجانا، کھیل تماشہ اور شعبدہ بازی آتش بازی کرنا، یا قبروں پر اور درمیان قبور بیٹھ کر کھانا پینا نیز عورتوں کا بن سنور کر یا نیم عریاں لباس میں بے پردہ غیر محرم مردوں کے سامنے آنا یا ان کے ساتھ مل جل کر چلنا پھرنا یہ سب باتیں ہرگز ہرگز مراسم عرس نہیں بلکہ ممنوع، ناجائز اور حرام ہیں۔ ورنہ طرح طرح کے فتنے پیدا ہونے کے اندیشے ہونگے اسی لئے علمائے کرام کی ایک جماعت تو آجکل کے پُرفتن دور میں احتیاط کو ترجیح دیتے ہوئے عورتوں کو زیارت قبور کیلئے

قبرستان جانے کی اجازت نہیں دیتی تاکہ "نیکی برباد اور گناہ لازم" کا مصداق نہ ہوجائے۔

نوٹ:۔ تفریح طبع کی خاطر قوالی کے نام سے منعقدہ گانے بجانے کی پارٹی کو پیرانِ سلسلۂ چشت کی مجالسِ سماع سے نسبت دینا بالکل غلط ہے ان پیرانِ کبار کی نظر میں ہر کوئی سماع سننے کا اہل نہیں ہوا کرتا اور جو اس کا اہل ہوتا ہے تو اس پر سماع سننے کیلئے بڑی ہی کڑی شرائط و قیود عائد کی گئی ہیں جس کی پابندی ایک عام آدمی کیلئے ایک امر محال ہے اس سلسلہ میں مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب "مقدس ٹیکسال" کا آخری باب عظمت اولیاء کرام۔

کتب جن سے راست یا بالواسطہ استفادہ کے ذریعہ سوانح مرتب کی گئی

خزینۃ الاصفیاء۔ تاریخ خورشید جاہی۔ تاریخ فرشتہ۔ دربار آصف۔ تذکرہ صوفیہ۔ بحر الواصلین۔ تذکرۃ العاشقین۔ دکن کے بہمنی سلاطین۔ سیر الاصفیاء۔ بخاری۔ ابو داؤد۔ کنز العمال۔ در منثور۔ اشعۃ اللمعات۔ شمس المعارف کبریٰ۔ راحت القلوب۔ کنز پیغمبری۔ لطائف اشرفی۔ شرح عقائد نسفیہ۔ فتاویٰ عالمگیریہ۔ شامی۔ درِ مختار۔ ردِ مختار۔ فتاویٰ قاضی خان۔ المنجد۔ غیاث اللغات۔ نصیر اللغات۔ شرح نصاب۔ فیصلہ ہفت مسئلہ۔ منتخب اللغات۔ فرہنگ آصفیہ۔ مسلم شریف۔